جناب ڈاکٹر سید عبداللہ

پاکستان کے دینی مدارس کیلئے

ایک علمی تجزیہ

میں بیس پچیس برس سے اس مسئلے پر غور کر رہا ہوں کہ دینی مدارس کے موجودہ نصابات میں کن کن مضامین یا عناصرِ علمی کا اضافہ کیا جائے جس کی بدولت دینی مدارس کے فارغ التحصیل اصحاب کی مزید علمی تکمیل اس طور ہو جائے کہ وہ جدید ماحول میں خود کو کسی طرح کمزور محسوس نہ کریں یا کوئی دوسرا انہیں ناقص العلم ہونے کا طعنہ نہ دے سکے۔ اس طعنے یا الزام کو دور کرنے کی اس لئے ضرورت ہے کہ جدید التعلیم لوگوں کی مجالس میں علماء کا احساسِ کمتری دور ہو جائے اور وہ پورے اعتماد کے ساتھ ہر ماحول میں دین کی خدمت کر سکیں۔

میں نے اس مسئلے پر تجدد پسندوں یا مغرب پسند مصلحین کے طریقے، ارادے اور مقصد سے الگ ہو کر سوچا ہے۔ میں دینی علوم کو خصوصاً قرآنِ مجید، حدیث اور فقہ و کلام کو اساسی علوم سمجھ کر آگے بڑھا ہوں اور مقصدِ کل یہ ہے کہ اساسیاتِ اسلام کو جدید ترین علوم کے مقابلے میں آج بھی بلکہ ابدالآباد تک برحق، فائق اور واحد راہنما ثابت کیا جا سکے۔

اس مقصد کے لئے میں سوچتا رہا کہ علوم اسلامیہ کی از سرِ نو اس طرح درجہ بندی۔

ی جائے کہ اصلی، اضافی اور عام دنیوی یا افادی علوم کا ایک ترتیبی شجرہ تیار ہو سکے۔

الف: علومِ دینیہ

یہ ہیں علومِ قرآن، علومِ حدیث اور علومِ فقہ۔ جن میں سے ہر ایک کے ساتھ علم الاصول بھی ہے۔ بزرگوں نے جو شجرہ بنایا ہے، اس میں علمِ عقائد، علمِ کلام (اسرار الدین) یا علمِ سلوک و تصوف کو بھی علومِ دینیہ میں جگہ دی ہے۔ یہ علوم اصلی دینی نہ بھی ہوں تب بھی انہیں ممدات و ثمرات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ جس طرح علومِ لسانیہ (ادبیہ عربیہ، مثل صرف و نحو و اشتقاق و علمِ لغت و قراضۃ الشعر وغیرہ) اور منطق علوم آلیہ میں سے ہیں کہ ان کی مدد سے ہمیں علومِ دینیہ کے فہم میں آسانی میسر آتی ہے۔ اسی طرح مذکورہ بالا کو علمِ دین کا معاون سمجھا جا سکتا ہے۔

(ب) علوم تاریخ و سیرت و علم المقامات (جغرافیہ)

(ج) علومِ حکمیہ:
جو حقائق اشیا کے نظری اور علمی علوم پر مشتمل ہیں۔

(د) علوم تربیت باطن و علوم تدبیر معاملات دنیوی:
ان میں علم الاخلاق (موجودہ علم عادات و نفسیات وغیرہ) بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ (الف) علم معاشیات (ب) علمِ سیاسیات اور (ج) علومِ اوراک . . بین الاقوامیات ہیں۔

(ہ) ان کے علاوہ بہت سے اور علوم ہیں جن کی تفصیل ابن ندیم کی کتاب الفہرست، طاش کبری زادہ کی مفتاح السعادت، حاجی خلیفہ کی کشف الظنون، غزالی کی احیاء علوم الدین اور ابن خلدون کے مقدمہ میں ملتی ہے۔

مجموعی طور سے علومِ دین ہی اصل ہیں، لیکن انہیں بہتر سمجھنے اور ان کی خدمت کے قابل ہونے کے لئے علومِ دنیا بھی ضروری ہیں، مثلاً آج کے دور میں (اور شاید ہمیشہ) علوم الحرب، اور علوم الملل و الاقوام اور علومِ طبعی و ریاضی کی ضرورت مسلم ہے۔

اس وجہ سے علوم دین کے دفاع کے لئے . . . اور مسلم مملکت کی ترقی و تحفظ کے لئے علومِ دنیا کی ترویج بھی ضروری ہے جیسا کہ امام غزالی نے احیاء میں اشارہ کیا ہے۔

بنا بریں علوم کے لئے جو بھی نظام قائم کیا جائے۔ اس میں علوم دنیا کا عنصر بھی شامل

کرنا ضروریاتِ دین کے لئے ضروری ہے۔ اس کے علاوہ علوم مغرب کے عقائد فاسدہ کی ادلہ سے اچھی طرح باخبر ہوئے بغیر ان کا رد بھی ممکن نہیں۔ میرے خیال میں یہ کوئی ایسا مشکل کام نہیں، آسانی سے ہوسکتا ہے۔

بعض حضرات نے اس کے لئے صرف یہ کافی خیال کیا ہے کہ کہیں کہیں انگریزی کا مضمون نصابات میں شامل کر لیا ہے۔ یہ بھی درست ہے، مگر یہ کافی نہیں۔ محض انگریزی کی شد بد سے ان علوم جدید سے واقفیت حاصل نہیں ہو جاتی جو ضروری ہیں یا جن کی مضرت اس حد تک ہے کہ ان کی تردید فرضِ عین ہے اور یہ تردید ان ادلہ کے علم کے بغیر ممکن نہیں۔ اس کے لئے ضروری علومِ دنیوی کا مرتب خلاصہ بطور مضمون، اپنے نصابات میں شامل کرنا ضروری ہے۔

یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کوئی عالم بے بدل، ان عالمی وتمدنی ہنگاموں بلکہ فتوحات سے بالکل بے خبر ہو جو اس وقت دنیا کو (بلکہ دین کو) زیر وزبر کر رہے ہیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ وہ ان عظیم نظریات سے ناواقف ہو جن کی وجہ سے، انسان کا سارا افقِ علمی بدل چکا ہے۔ اور ہم علم کے سارے دعوے کے باوجود، یہ بھی نہیں جانتے کہ فطرت اور کائنات کے بارے میں انسان کے انکشافات کہاں تک پہنچ چکے ہیں۔ جبکہ حکمائے مغرب بقول نظیری ع

ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

کس قدر ماتم کا مقام ہے کہ ہم دنیائے علم کی نہایت ہی اہم شخصیتوں . . . کے ناموں تک سے ناواقف ہیں۔ ہم آئن سٹائن کو نہیں جانتے جس نے طبیعیات میں انقلاب پیدا کر کے سائنس کو مقام روحانیت تک پہنچا دیا ہے، ہم میکس پلانک کو نہیں جانتے، ہم فرائڈ کو نہیں جانتے جس کی تحقیق مذہب و روحانیت بلکہ انسانیت کی بنیادیں ہلا رہی ہے ــــــ ہم مدتوں بعد، کارل مارکس کے نام سے باخبر ہوئے ہیں، مگر اس وقت جبکہ مارکسیت نے مشرق ومغرب کو مغلوب کر لیا ہے اور ہم بے بس ہوئے جا رہے ہیں۔

اور چونکہ ہم ان میں سے کچھ بھی نہیں جانتے، اس لئے یہ بھی نہیں جانتے کہ یورپ کی

آخری تحقیقات کا ایک حصہ ایسا بھی ہے جسے فکرِ اسلامی کی طرف رجعت یا رجوع کہا جاسکتا ہے —— گویا علمی دنیا تو مسلمان ہوتی جاتی ہے مگر ہمیں اس کا پتا ہی نہیں - ان حالات میں بے خبری کو دور کرنا علماء کے ذاتی وقار اور دفاعِ دین دونوں کی خاطر ازبس ضروری ہے، کیا ہم نہیں دیکھتے کہ ایک نیم خواندہ انگریزی دان بڑے سے بڑے عالم کی بے خبریوں کا مضحکہ اڑاتا ہے اور بعض اوقات اس کا اعتراض غلط بھی نہیں ہوتا - لہٰذا اس کمی کو دور کرنا فرضِ عین ہے جس کا میں نے تذکرہ ہے - اور میں عرض کر چکا ہوں کہ یہ کام کچھ زیادہ مشکل نہیں آسان ہے۔ اس کے لئے میں ایک مختصر سی تجویز پیش کرتا ہوں۔

(الف) دینی مدرسوں کے تحتانی ثانوی درجوں میں جو چھٹی جماعت سے دسویں جماعت کے برابر ہوں۔ انگریزی کا اور جغرافیہ و تاریخ عالم کا آسان نصاب رکھ دیا جائے۔

(ب) فوقانی ثانوی سے اعلیٰ تعلیم تک درج ذیل معاشرتی علوم کے آسان نصاب تین درجوں میں پڑھائے جائیں۔

علوم کے نام یہ ہیں:

۱۔ معاشیات
۲۔ سیاسیات
۳۔ عمرانیات (سوشیالوجی)
۴۔ فلسفہ ونفسیات مع تاریخ سائنس۔

طریقہ:

۱۔ ان چاروں علوم کے ہر درجے کے لئے آسان نصاب یکجا مرتب کئے جائیں۔ جن کی زبان اردو ہو۔ اوپر کے درجوں میں صرف ایک کتاب چار سو صفحے کی ہو۔
۲۔ پہلے درجے میں ان علوم کے مبادی اردو میں پڑھائے جائیں۔
۳۔ دوسرے درجے میں ان علوم کے اہم نظریات اردو میں پڑھائے جائیں۔
۴۔ تیسرے درجے میں ان علوم کے مسائل پر بحث وتنقید اردو میں پڑھائی جائے، اور اس نصاب میں اسلامی عقیدوں کی روشنی میں نقد ونظر اور مسلم مفکرین ومجتہدین کی آراء بھی شامل ہوں۔

راقم الحروف کی رائے میں دینی مدارس کے مروجہ نصابات کے ساتھ یہ اضافہ کردیا جائے

تو نہایت آسانی سے وہ کمی دور ہو سکتی ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

مجھے یقین کامل ہے کہ اس معمولی سے اضافے کے ذریعے یہ مسئلہ فوراً حل ہو جائے گا۔

راقم الحروف ان نصابات کی تدوین کا ذمہ لیتا ہے۔ یوں اس وقت مغربی پاکستان اردو اکیڈیمی (اردو نگر، ملتان روڈ۔ لاہور) کی تیار کی ہوئی کتابیں ان موضوعات پر موجود ہیں۔ لیکن وہ الگ الگ علوم پر ہیں۔ اگر دینی مدارس کے ارباب اختیار چاہیں گے تو نصابی ضرورتوں کے لئے سب علوم کی یکجا ایک کتاب ہر درجے کے لئے تیار کرائی جا سکتی ہے۔

اس وقت اسلام اور مذہب پر جتنے حملے ہوتے ہیں وہ انہی علوم کی طرف سے ہوتے ہیں۔

ان نصابات کا مقصد، صرف تعارف ہوگا تا کہ ان کی دعوت سے اہلِ علم باخبر ہو کر، ضرورت ہو تو ان کا رد کر سکیں۔ اور مناسب ہو تو بعد میں ان علوم کے وسیع تر مطالعہ سے دین کا دفاع کر سکیں۔ اور اس طرح بے خبری کا الزام بھی دور ہو۔ اور دین کی خدمت کے لئے وہ وہ مسائل پیدا ہوں، جو اسلاف نے بھی ہزاروں فتنوں کے مقابلے میں پیدا کئے تھے۔ اگر علمائے کرام اس سکیم کے سلسلے میں مزید اطمینان کے طلبگار ہوں گے تو یہ خاکسار اس خدمت کے لئے حاضر ہے۔

ازراہِ کرم اپنی رائے سے مطلع کر کے اس خاکسار کو ممنون فرمائیں،

والسلام

نیاز مند، سید عبداللہ